مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف

حضرت عروہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتحِ مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی۔ اس عورت کی قوم والے گھبرا کر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کر دیں (اور یوں ان کی عورت چوری کی سزا سے بچ جائے)۔ جب حضرت اسامہ نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (غصہ کی وجہ سے) بدل گیا اور فرمایا: (اے اسامہ!) تم مجھ سے اللہ کی حدود کے بارے میں (سفارش کی) بات کر رہے ہو؟ (حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ سفارش کر کے انھوں نے غلطی کی ہے اس لیے فوراً) حضرت اسامہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے استغفار فرمائیں۔

شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی شان کے مناسب ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اما بعد! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا طاقت ور اور معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حدِ شرعی قائم کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ (أَعَاذَهَا اللّٰهُ مِنْهَا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جس پر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا، اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی بھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد وہ عورت (میرے پاس) آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا کرتی[۱]۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین کے موقع پر نکلے۔ جب ہمارا (دشمن سے) سامنا ہوا تو اکثر مسلمان بکھر گئے (البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم میدان جنگ میں جمے رہے)۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک آدمی ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے۔ میں نے پیچھے سے اس مشرک کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زرہ کٹ گئی (اور کندھے کی رگ بھی کٹ گئی۔ وہ زخمی تو ہو گیا لیکن) وہ مجھے پر حملہ آور ہوا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا (لیکن زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا) آخر اس پر موت کے اثرات طاری ہونے لگے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا (اور پھر وہ مرگیا) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔

[۱]۔ أخرجه البخاري، وقد رواه البخاري في موضع آخر ومسلم من حديث عائشة رضي الله عنها كذا في ”البداية“ (۳۱۸/۴)، وأخرجه أيضا الأربعة عن عائشة رضي الله عنها كما في ”الترغيب“ (۲۶/۴)۔

میں نے ان سے کہا: لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ ان مسلمانوں کو شکست ہوگئی) انھوں نے کہا: اللہ کا حکم ایسا ہی تھا۔ (بعد میں کفار کو مکمل شکست ہوئی اور مسلمان جیت گئے) پھر مسلمان (میدانِ جنگ سے) واپس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہے اور اس کے پاس گواہ بھی ہے تو اس مقتول کا سامان اسے ہی ملے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا: کون میرے لیے گواہی دیتا ہے؟ (جب کسی نے جواب نہ دیا تو) میں بیٹھ گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا: میں نے پھر کہا: کون میرے لیے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا: میں پھر کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوقتادہ! تمھیں کیا ہوا؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قصہ بتایا تو ایک آدمی نے کہا: یہ سچ کہتے ہیں، اس مقتول کافر کا سامان میرے پاس ہے۔ (یارسول اللہ!) آپ ان کو کسی طرح مجھ سے راضی فرمادیں (کہ یہ اس مقتول کا سامان میرے پاس رہنے دیں)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکتا۔ جب ان کی بات ٹھیک ہے تو یہ سامان ان کو ہی ملنا چاہیے۔ تمھیں دینے کا مطلب تو یہ ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑنے والے اللہ کے شیر کو ملنے والا سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ابوبکر ٹھیک کہتے ہیں، تم ان کو وہ سامان دے دو۔ چناں چہ اس نے مجھے وہ سامان دے دیا جس سے میں نے بنوسَلِمہ کے علاقہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا[۱]۔

حضرت عبداللہ بن ابی حَدْرَد اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان کے ذمہ ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے۔ اس یہودی نے اس قرض کی وصولی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینی چاہی اور یوں کہا: اے محمد! میرے اس آدمی کے ذمہ چار درہم قرض ہیں اور یہ ان درہم کے بارے میں مجھ پر غالب آچکے ہیں۔ (یعنی میں کئی مرتبہ ان سے تقاضا کر چکا ہوں لیکن یہ مجھے دیتے نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کا حق اسے دے دو۔ انھوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے دینے کی میرے پاس بالکل گنجائش نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کا حق اسے دے دو۔ انھوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، دینے کی بالکل گنجائش نہیں اور میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ ہمیں خیبر بھیجیں گے اور امید ہے کہ آپ ہمیں کچھ مالِ غنیمت دیں گے، اس لیے وہاں سے واپسی پر اس کا قرض ادا کردوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا حق ادا کردو۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی بات کو تین دفعہ سے زیادہ نہیں فرماتے تھے۔ (تین دفعہ فرمادینا پورے اہتمام اور تاکید کی نشانی تھی) چنانچہ حضرت ابن ابی حَدْرَد بازار گئے۔ ان کے سر پر پگڑی تھی اور ایک چادر باندھ رکھی تھی، انھوں نے سر سے پگڑی اتار کر اسے لنگی بنالیا اور چادر کھول کر اس یہودی سے کہا: تم مجھ سے یہ چادر

[۱]. أخرجه البخاري، وأخرجه أيضا مسلم (۲/ ۸۶) وأبو داود (۲/ ۱۶) والترمذي (۱/ ۲۰۲) وابن ماجه (ص: ۲۰۹) والبيهقي (۹/ ۵۰).

خریدلو۔ چناں چہ وہ چادراس یہودی کے ہاتھ چار درہم میں بیچ دی۔ اتنے میں ایک بڑھیا کا وہاں سے گزر ہوا اس نے یہ حال دیکھ کر کہا: اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! تمھیں کیا ہوا؟ انھوں نے اسے سارا قصہ سنایا تو اس بڑھیا نے اپنے اوپر سے چادر اتار کر ان پر ڈال دی اور کہا: یہ چادر لے لو[۱]۔

حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انصار کے دو آدمی کسی ایسی میراث کا جھگڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے نشان مٹ چکے تھے اور کوئی گواہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور جس کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، میں اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا جس آدمی کی دلیل کی وجہ سے میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کا حق لے رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کا حق ہرگز نہ لے، کیوں کہ میں تو اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ یہ ٹکڑا اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہوگا۔ اس پر وہ دونوں حضرات رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا یارسول اللہ! میں اپنا حق اسے دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے یہ ارادہ کرلیا تو جاؤ اور حق پر چلو اور اس میراث کو آپس میں تقسیم کرلو اور تقسیم کرنے کے لیے قرعہ اندازی کرلو اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد تم دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو اپنا حق معاف کردے[۲]۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک اعرابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرضہ تھا۔ وہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی سختی کی یہاں تک کہ یہ کہہ دیا کہ جب تک آپ میرا قرضہ ادا نہیں کریں گے میں آپ کو تنگ کرتا رہوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اسے جھڑکا اور کہا: تیرا ناس ہو! تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کررہے ہو؟ اس نے کہا: میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے حق والے کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ اور پھر آپ نے حضرت خولہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں ادھار دے دو، جب ہمارے پاس آئیں گی تو ہم تمہارا قرضہ ادا کردیں گے۔ انھوں نے کہا: ضرور، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرض لے کر اس اعرابی کا قرض ادا کردیا اور جتنا اس کا قرض تھا اس سے زیادہ اسے دیا۔ اس اعرابی نے کہا: آپ نے قرضہ پورا ادا کردیا اللہ آپ کو پورا بدلہ دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق کا ساتھ دینے والے لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہیں اور وہ امت پاکیزہ نہیں ہوسکتی جس میں کمزور آدمی بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے اپنا حق وصول نہ کرسکے[۳]۔

[۱]. أخرجه بن عساكر، كذافي "الكنز" (۳/۱۸۱)، وأخرجه أحمد أيضا كمافي "الاصابة" (۲/ ۲۹۵).

[۲]. أخرجه ابن أبي شيبة وأبو سعيد النقاش، كذافي "الكنز" (۳/ ۱۸۲). [۳]. أخرجه ابن ماجه، ورواه البزار من حديث عائشة رضي الله عنها مختصرا، والطبراني من حديث ابن مسعود رضي الله عنه باسناد جيد، كذافي "الترغيب" (۳/ ۲۷۱)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بنوساعدہ کے ایک آدمی کی ایک وسق کھجوریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض تھیں۔ (ایک وسق تقریباً سوا پانچ من کا ہوتا ہے) اس آدمی نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کھجوروں کا تقاضا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کردو۔ انھوں نے اس کی کھجوروں سے گھٹیا قسم کی کھجوریں دینی چاہیں۔ اس آدمی نے لینے سے انکار کردیا۔ ان انصاری نے کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کھجوریں واپس کرتے ہو؟ اس آدمی نے کہا: ہاں! اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عدل کرنے کا کون حق دار ہے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ نے فرمایا: یہ ٹھیک کہتا ہے، مجھ سے زیادہ عدل کرنے کا حق دار کون ہوسکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں فرماتے جس کا کمزور آدمی طاقت ور سے اپنا حق نہ لے سکے اور نہ اس پر زور دے سکے۔ پھر فرمایا: اے خولہ! اسے گن کر ادا کردو، کیوں کہ جس مقروض کے پاس سے قرض خواہ خوش ہو کر جائے گا اس کے لیے زمین کے جانور اور سمندروں کی مچھلیاں دعا کریں گی۔ اور جس مقروض کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لیے مال ہے اور وہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات کے بدلہ میں اس کے لیے ایک گناہ لکھتے ہیں[۱]۔

(از: حیاۃ الصحابہ، جلد: ۲، مترجم: مولانا محمد احسان الحق)

[۱] أخرجه الطبرانی، ورواه أحمد بنحوه عن عائشة رضی اللہ عنها باسناد جيد قوی، كذافی ”الترغيب“ (۳/۳۷۰).